اداریہ

عیسائی مبلغوں کی ان رپورٹوں اور یادداشتوں پر، جو انہوں نے برصغیر کے مسلم معاشرے کے بارے میں وقتاً فوقتاً مرتب کی ہیں، ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے مسلم معاشرے کو اپنے لیے ہمیشہ سنگلاخ زمین خیال کیا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر کا حقیقی سیاسی اقتدار ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارپردازوں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا اور جو برائے نام مسلم اقتدار موجود تھا، وہ بھی نصف صدی کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ مسلم معاشرہ سیاسی، معاشی اور سماجی طور پر بُری طرح متاثر ہوا مگر اس کے باوجود ولیم کیری سے لے کر سادھو سُندر سنگھ تک کوئی بھی عیسائی منّاد مسلمانوں کی کسی بڑی تعداد کو بپتسمہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

۱۹۴۷ء میں غلامی کی تاریک رات ختم ہوئی اور دُنیا کے سیاسی نقشے پر "مملکتِ خداداد پاکستان" کے نام سے ایک اسلامی ریاست نمودار ہوئی مگر اس نوزائیدہ اسلامی ریاست میں عیسائیت کو حیرت انگیز حد تک فروغ حاصل ہوا جس کی طرف گذشتہ ماہ کے اداریے میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ جب اقتدار عیسائی مبلغوں کے ہم مذہبوں کے ہاتھ میں تھا، اُنہیں منادی کرنے اور اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے میں حکومت کی جانب سے پورا پورا تحفظ حاصل تھا، وہ کچھ بہت زیادہ کامیابی حاصل نہ کر سکے اور جب یہ صورتِ حال بدل گئی۔ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں میں آ گیا اور وقت کے ساتھ کسی قدر مسلم آبادی کی معاشی حالت بھی بہتر ہو گئی مگر عیسائیت کی پیش رفت میں بھی تیزی آ گئی۔ اور اس کامیابی کا اظہار خود ملکی اور غیر ملکی مسیحی حلقوں کی جانب سے ہوتا رہا ہے۔

بلاشبہ، اس معاملے میں عیسائی مبلغوں کی بھرپور کوشش کو بنیادی اہمیت حاصل ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے معاشرے میں کچھ ایسی تبدیلیاں ہو رہی ہیں جو تبدیلیٔ مذہب کے لیے شاید سازگار ہیں۔ ان تبدیلیوں میں شہری آبادیوں کا پھیلاؤ بالخصوص اہم ہے۔ وہ شہر جن کی آبادی قیامِ پاکستان کے وقت ہزاروں میں تھی، اب لاکھوں میں ہے۔ لوگ دیہات سے اُٹھ اُٹھ کر بڑے شہروں کے گرد آباد ہو رہے ہیں اور نئی آبادیاں جہاں بہت سی بنیادی انسانی ضروریات سے محروم ہیں، وہیں ان میں انفرادیت پسند طرزِ زندگی مقبول ہو رہا ہے۔ زرعی معاشرے کی باہم دگر وابستگیاں ٹوٹ رہی ہیں یا کم از کم کمزور ہو رہی ہیں اور صنعتی یونٹوں اور دفتروں کی ملازمتوں نے ہر شخص کو دوسرے سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ اس حال میں اگر کوئی شخص اپنی بعض ذاتی کمزوریوں کے تحت تبدیلیٔ مذہب کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو اُس کا خاندان یا اہلِ معاشرہ اُس پر دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں رہے۔ یہ تبدیلیٔ مذہب میں تیزی کی محض ایک وجہ ہے اور ایک بڑی وجہ ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے شہری معاشرتی زندگی میں وہ اجتماعیت موجود ہو جو اسلامی تعلیمات کا لازمی جزو ہے۔ اور اس اجتماعیت کے پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی حقوق و فرائض سے

آگاہی عام ہو اور لوگوں میں فرائض ادا کرنے کا جذبہ ہو۔ اس سلسلے میں مساجد اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ کاش مساجد، دینی کے ساتھ ہماری معاشرتی سرگرمیوں کا محور بن جائیں۔ معاشرے کے مختلف طبقے باہم دگر قریب ہوں اور کوئی فرد اتنا الگ تھلگ نہ ہو کہ تنہا بھیڑ کی طرح اُسے کوئی بھیڑیا اُچک لے۔ (مدیر)